قسط نمبر2

نواقض تیمم و وضوء

محمد منیر قمر سیالکوٹی
ترجمان سپریم کورٹ الخبر
سعودی عرب

خروج مذی سے متعلقہ احادیث

نواقض وضوء میں سے مذی کا ذکر ہو رہا ہے اور آخر میں دو روائتیں سنن ابی داوٗد کے حوالہ سے ذکر کی جا چکی ہیں۔ جن میں مذی کے خروج پر استنجاء کرنے اور مردوں کیلئے خصیے دھونے کا ذکر تھا۔ یہ مسئلہ تو فی ذاتہ صحیح ہے کیونکہ دوسری روایت سے ثابت ہے البتہ ان دونوں میں سے پہلی روایت مطعون ہے کیونکہ وہ عروہ عن علیؓ کے سلسلہ سند سے مروی ہے۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عروہ کا سماع یعنی حدیث ثابت نہیں جیسا کہ امیر صنعانی نے سبل السلام میں لکھا ہے (سبل السلام ۱ر۱ر ۶۵)۔ لیکن علامہ ابن قیمؒ نے معالم السنن کی تہذیب میں ذکر کیا ہے کہ خصیوں کے لفظ والی روایت صحیح ابو عوانہ میں بھی مروی ہے اور اس کی سند میں عروہ بھی نہیں بلکہ متصل سند ہے۔

(معالم سنن مع تہذیب ابن قیم ۱ر۱ر ۱۴۸-۱۴۹)

اور تلخیص الحبیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عبیدہ عن علی کی سند والی حدیث پر کوئی طعن نہیں اور حضرت عبد اللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ والی دوسری حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے۔ اگرچہ امام ترمذیؒ نے اسے حسن درجہ کی قرار دیا ہے (تلخیص الحبیر ۱ر۱ر ۱۱۷) اور امام ترمذیؒ کا حسن قرار دینا غالبا شواہد کی بنا پر ہی ہو گا اور صحیح ابو عوانہ والی حدیث اس کی بہترین شاہد ہے اور بقول امیر صنعانیؒ جب مجموعی طور پر حدیث کی صحت ثابت ہو گئی تو پھر اسے قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ و عذر نہیں ہونا چاہیئے اور موصوف نے اسی طرح امام طحاویؒ سے نقل کرتے ہوئے فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے خصیوں کو دھونے کی حکمت یہ ذکر کی ہے کہ اس طرح پانی کی برودت کے نتیجہ میں مذی کا خروج

رک جائے گا (سبل السلام ۱ ر ۱ ر ۶۵' فتح الباری ۱ ر ۳۸۱) تو گویا یہ ایک طبی نقطہ ہے۔

ان احادیث میں مذکور "دھونے" کے لفظ سے استدلال کرتے ہوئے امام ابن دقیق العیدؒ نے کہا ہے کہ مذی کو پیشاب پر محمول نہیں کیا جا سکتا کہ صرف ڈھیلے کے استعمال پر ہی کفایت کی جا سکے بلکہ اس کیلئے پانی سے استنجاء کرنا ضروری ہے۔ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں تو اسے ہی صحیح کہا ہے جبکہ دوسری کتب میں اسے بھی پیشاب پر محمول کرتے ہوئے ڈھیلے کے استعمال کو کافی لکھا ہے۔ لیکن فتح الباری کے محقق شیخ ابن باز اور دیگر علماء نے ابو داؤد اور مسند احمد والی حدیث کے پیش نظر مذی کو دھونے کے ساتھ خاص کرنے میں امام ابن دقیق العیدؒ کے قول کی تائید کی ہے اور تضیب کو دھونے کے سلسلہ میں بعض مالکیہ و حنابلہ نے دھونے کے لفظ کی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے استیعاب کو واجب قرار دیا ہے لیکن جمہور اہل علم نے معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے استیعاب کو واجب نہیں کہا کیونکہ اسے دھونے کا موجب ایک چیز کا خروج ہے۔ لہٰذا اس کے خروج کی جگہ سے دوسرے حصہ تک تجاوز کرنا واجب نہیں (فتح الباری ۱ ر ۳۸۰) اور اس کی تائید اسماعیلی کی روایت کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔

فقال: توضا و اغسله آپ ﷺ نے فرمایا: وضو کرو اور (پہلے) اس (مذی) کو دھو دو اور واغسلہ میں ھاء کی ضمیر مذی کی طرف عائد ہے اور انہی احادیث سے مذی کی نجاست پر بھی استدلال کیا گیا۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

۵۔ ودی

اور وہ گاڑھا گولا' سفید مادہ جو پیشاب سے متصل پہلے یا بعد میں دو ایک قطرے خارج ہوتا ہے اسے "ودی" کہا جاتا ہے۔ اس کے نکلنے پر بھی غسل واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ آئمہ و فقہا نے اسے بھی مذی کے حکم میں شمار کیا ہے اور بالاتفاق اس پر استنجاء و وضو ہی کافی ہے۔

اور سنن کبری بیہقی و سنن اثرم میں بعض آثار صحابہؓ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ودی پر صرف استنجاء و وضو ہی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے منی، مذی اور ودی کے بارے میں فرمایا:

فالمنی منه الغسل، ومن هذین الوضوء تغسل ذکره و یتوضاء

ترجمہ :۔ خروج منی پر تو غسل واجب ہے اور ان دونوں یعنی مذی و ودی پر قضیب کو دھونا اور وضوء کرنا ہے۔

اور دوسرا اثر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں :

الودی الذی یکون بعد البول فیه الوضوء

ترجمہ :۔ ودی جو پیشاب کے بعد ہوتی ہے اس پر صرف وضوء ہی ہے۔ (یعنی استنجاء و وضو ہے غسل واجب نہیں ہے) (بلوغ الامانی شرح و ترتیب مسند احمد ۲ / ۷۶، و سنن اثرم بحوالہ المغنی ۱ / ۲۳۲)

جریان و لیکوریا یا سیلان رحم

اور یہاں یہ بھی واضح کر دیں کہ بعض مردوں کو سلس المذی کا مرض ہوتا ہے کہ انہیں مذی کے قطرات مسلسل آتے رہتے ہیں جسے "جریان" کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی بیماری والے مردوں کو بھی استحاضہ والی عورت کے حکم میں شمار کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان پر بھی غسل نہیں بلکہ محض استنجاء و وضو ہے (فتح الباری ۱ / ۳۸۱) جو کہ ہر نماز کے ساتھ کریں گے اور ایک وضوء سے ایک سے زیادہ نمازیں ادا نہیں کر سکتے اور بالائی کپڑوں کو صاف رکھنے کے لئے انڈرویئر استعمال کریں جیسا کہ تقطیر البول یا سلس البول کے ضمن میں ذکر گزر چکا ہے۔

اور مردوں کی اس بیماری کی طرح ہی بعض عورتوں کو بھی ایسی ہی بیماری ہوتی ہے جسے سیلان رحم یا لیکوریا کہا جاتا ہے۔ اس مرض میں (مبتلا خواتین کی

شرمگاہ سے) ایک سفید رطوبت سی خارج ہوتی رہتی ہے۔ اس کا حکم بھی استحاضہ اور جریان والا ہی ہے کہ ایسی خواتین ہر نماز کے ساتھ نیا وضوء کر لیا کریں اور کپڑوں کی نظافت و طہارت کا اہتمام رکھیں۔

سلس الاحتلام

اور ایک صورت جس کا نواقض وضوء سے تو تعلق نہیں البتہ ہمارے موضوع کے قریبی متعلقات میں سے ہے۔ وہ صورت یہ ہے کہ کسی کو سلس الاحتلام کا مرض ہو اور ہر رات سوتے میں بدخوابی ہو جاتی ہو تو ایسا شخص اٹھ کر غسل کرے۔ اس پر یہ واجب ہے اور پھر نمازیں وغیرہ ادا کرتا رہے جو کہ عام فہم سی بات ہے اور اگر وہ حج کرنا چاہے تو بھی ممکن اور جائز ہے اس کی صورت بھی حیض والی ہے۔ حائضہ عورت کی طرح مگر اس بیماری والا روزانہ غسل کر لیا کرے اور تمام اعمال حج میں شامل رہے اور طہارت کی حالت میں طواف کر لیا کرے۔ (فتاوی علماء حدیث ۱ر ۷۰' ۷۱)

۶ ـ خون استحاضہ

نواقض وضو کے ضمن میں ما خرج من السبیلین سے متعلقہ نواقض کا ذکر چل رہا ہے تو انہی میں سے خون استحاضہ بھی ہے۔ جس کا کہ بار بار ذکر گزرا ہے۔ خون حیض تو غسل کا موجب ہے لیکن خون استحاضہ صرف وضو کا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم' ابن ماجہ کے سوا سنن اربعہ' صحیح ابن حبان اور موطا امام مالک کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ سے مروی حضرت فاطمہ بنت ابی جیش کے استحاضہ سے تعلق رکھنے والی حدیث گزری ہے۔ جس میں نبی اکرم ﷺ نے اسے ثم توضئی لکل صلوۃ فرما کر ہر نماز کے ساتھ وضوء کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ جیسا کہ سلس البول کے ضمن میں اس حدیث کی نص اور انڈرویئر کے استعمال کا پتہ دینے والی احادیث کی طرف اشارہ گزرا ہے۔ ان احادیث کی بناء پر

جمہور اہل علم کے نزدیک ایام حیض کے بقدر وقت گزرنے کے بعد اور غسل حیض کے بعد آتا رہنے والا خون ناقض وضو ہے موجب غسل نہیں۔ ایسی عورت کیلئے ہر نماز کے ساتھ وضو کرنا واجب ہے۔ ایک وضو سے وہ متعدد نمازیں نہیں پڑھ سکتی۔ (بلوغ الامانی شرح مسند احمد ۲ ر ۷۶)

۷ ۔ شرم گاہ کو چھونا

نواقض وضو میں سے ساتواں ناقض ما خرج من السبیلین سے تو نہیں البتہ سبیلین سے تعلق رکھتا ہے اور وہ ہے شرمگاہ کو چھونا۔ اس کے ناقض یا غیر ناقض ہونے کے بارے میں اہل علم کی دو الگ الگ آراء ہیں۔

پہلی رائے جمہور اہل علم کی یہ ہے کہ شرمگاہ کو چھونا ناقض ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ خصوصا جب کہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ یعنی کپڑا حائل نہ ہو اور یہ چھونا بھی شہوت کے داعیہ سے ہو اور ان کا استدلال متعدد احادیث سے ہے چنانچہ ان میں سے ایک حدیث سنن اربعہ' صحیح ابن حبان و ابن خزیمہ' مسند احمد و شافعی' موطا امام مالک اور مستدرک حاکم و منتقی لابن جارود میں متعدد طرق سے مروی ہے جسے کثیر محدثین نے صحیح قرار دیا ہے اور امام بخاریؒ نے اسے اس موضوع کی صحیح ترین حدیث قرار دیا ہے اور محدثین کے اقوال کی تفصیل میں جانے کی بجائے ہم چند کتب کے حوالے دیتے ہیں۔ جسے تفصیل درکار ہو وہ تلخیص الحبیر لتخریج احادیث الرافعی الکبیر جلد جزء اول ص ۱۲۲ ۔ ۱۲۳ الفتح الربانی ترتیب و شرح مسند احمد الشیبانی جز دوم ص ۸۶۔۸۷' ترمذی و تحفۃ الاحوزی جلد اول ص ۲۷۰ ۔ ۲۷۳' نیل الاوطار جلد اول جز اول ۱۹۷' سبل السلام ا ر ا ر ۶۷۔۶۸ ملاحظہ فرمالے۔

اور یہ مذکورہ حدیث بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من مس ذکرہ فلا یصلی حتی یتوضأ۔ (ابن ماجہ حدیث (۴۷۹) و

صحیح النسائی حدیث (۱۵۷) سنن الدارمی حدیث (۷۲۴، ۷۲۵)، حوالہ جات بالا و صحیح سنن ابی داؤد ۱ / ۳۷ و صحیح الجامع حدیث (۶۵۵۴) و صحیح الترمذی حدیث (۷۱، ۷۳)

ترجمہ :۔ جو شخص اپنی قضیب کو چھوئے وہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک کہ وہ وضوء نہ کرلے۔

اور اس حدیث کی تائید میں دیگر متعدد احادیث بھی ہیں جو کہ امیر صنعانی صاحب سبل السلام کے بقول سترہ صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور ان میں سے بعض میں اس بات کی صراحت بھی پائی جاتی ہے کہ اس معاملہ میں مرد و زن اور قبل و دبر کا کوئی فرق نہیں ہے۔ مثلاً حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سنن ابن ماجہ، بیہقی اور طحاوی جیسی کتب حدیث میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

من مس فرجه فليتوضا۔ (المنتقى مع النيل ۱ / ۱ / ۱۹۹ و صححه الالبانی فی الارواء ۱ / ۱۵۱، سنن ابن ماجه حديث (۴۸۱)

ترجمہ :۔ جس نے شرمگاہ کو چھوا وہ وضو کرے۔

اس حدیث میں لفظ فرج عام ہے جو امام مالکؒ کے نظریہ کی تردید کرتی ہے کیونکہ انہوں نے مس فرج سے نقض وضوء کو مردوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور س کی تردید ترمذی، بیہقی اور مسند احمد کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے جس میں نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔

ايما رجل مس فرجه فليتوضا و ايما امراة مست فرجها فلتتوضا۔

ترجمہ :۔ جو مرد اپنی شرمگاہ کو چھوئے وہ وضو کرے اور جو عورت شرمگاہ کو چھوئے وہ وضو کرے۔ (المنتقى مع النيل ۱ / ۱ / ۲۰۰، الفتح الربانی ۲ / ؟ آ، تلخيص الحبير ۱ / ۱ / ۱۲۴ و صحيح الجامع (۲۷۲۵)

العلل ترمذی کے حوالہ سے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ اس کے بارے میں امام بخاری نے کہا ہے و ھذا عندی صحیح یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

اور علامہ ابن حزمؒ نے المحلی (۱/۱/۲۳۸) میں کہا ہے کہ شرمگاہ صرف قبل ہی ہے دبر نہیں۔ امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں اس نظریہ کی بھی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ قبل ہو یا دبر دونوں ہی شرمگاہ (فرج) ہیں۔

اور ایک حدیث سے اس بات کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ اگر کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو تب وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں۔ یعنی اگر کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگ جائے تو یہ ناقض وضو نہیں ہے جیسا کہ صحیح ابن حبان، مسند احمد، مستدرک حاکم، سنن بیہقی اور معجم صغیر طبرانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من افضی بیدہ ذکرہ لیس دونہ ستر فقد وجب علیہ الوضوء۔

ترجمہ :۔ جس نے اپنا ہاتھ کسی حائل کے بغیر قضیب تک پہنچایا اس پر وضوء واجب ہے۔ (المنتقی ۱/۱/۱۹۹ و الصحیحۃ ۳/۲۳۷ و صحیح الجامع ۳۶۲، موارد و الظمان حدیث ۲۱۰)

الافضاء کے لفظ سے استدلال کرتے ہوئے شافعیہ نے کہا ہے کہ وضوء صرف تب ٹوٹے گا جب شرمگاہ کو صرف ہاتھ کی اندرونی ہتھیلی کی جانب سے چھوا جائے گا۔ لیکن علامہ ابن حزم نے ان کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ہاتھ کی اندرونی اور بیرونی جانب کیلئے برابر ہے اور شافعیہ کی یہ تفریق قرآن و سنت، اجماع امت، کسی صحابی کے قول، قیاس اور صحیح رائے کسی سے بھی ثابت نہیں۔ (نیل الاوطار ۱/۱/۱۹۹، محلی ابن حزم ۱/۱/۲۳۷۔ ۲۳۸، تلخیص الحبیر ۱/۱/۱۲۶)

اسی موضوع کی دیگر احادیث کی تخریج حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں،

امام ترمذی نے اپنی سنن میں اور علامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں کر دی ہے۔ لہذا انہیں وہیں اور دیگر کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان سب احادیث کے مجموعی مفاد کا خلاصہ یہ ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ کی اندرونی جانب سے یا بیرونی جانب سے ہاتھ لگے' شرمگاہ میں قبل ہو یا دبر اور اس معاملہ میں مرد ہو یا عورت کسی پردے یا حائل کپڑے کے بغیر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تین مکاتب فکر کے آئمہ امام شافعیؒ' امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے علاوہ جمہور آئمہ و فقہا کا یہی مسلک ہے اور مالکیہ و شافعیہ میں جو تفصیل ہے وہ بھی ذکر کی جا چکی ہے۔ امام اوزاعی اور اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ کتاب الاعتبار (۴۰) حازمی کے حوالہ سے علامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں بارہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور گیارہ معروف تابعین رحمہم اللہ کے اسماگرامی نام بنام ذکر کئے ہیں۔ جو مس فرج سے وضو ٹوٹنے کے قائل ہیں۔ (تحفہ الاحوذی ۱ر ۲۷۳)

مس فرج سے نقض وضو اور دوسری رائے

مس فرج کے بارے میں ایک دوسرا مسلک یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ ابن المبارک' یحیٰ بن معین اور فقہا رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے کتاب الاعتبار (ص ۴۰) حازمی کی رو سے حضرت علی بن ابی طالبؓ' عمار بن یاسرؓ' عبداللہ بن مسعودؓ' ایک روایت کے مطابق سعد بن ابی وقاصؓ' سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی کی روایت ملتی ہے اور تابعین میں سے امام ابراہیم نخعی' ربیعہ بن عبد الرحمان اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سے یہی مسلک منقول ہے۔

(ترمذی و تحفہ ۱ر ۲۷۵' نیل الاوطار ۱ر ۱ر ۱۹۸)

اس مسلک والوں کا استدلال ابو داؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' دار قطنی اور مسند احمد میں طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ہے۔ جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو شخص اپنی شرمگاہ (قضیب) کو چھو

لے کیا اس پر وضو ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

انما هو بضعة منك" و لفظ الترمذي۔ و هل هو الا مضغة منه او بضعة منه۔ (صحيح ابى داؤد اور للالبانى ۱/ ۳۷' ترمذى مع التحفة ۱/ ۹۷۴' نيل ۱/ ۱/ ۱۹۸' تخريج المغنى ۱/ ۲۴۱ و صحيح سنن النسائى حديث (۱۵۹) ابن ماجه حديث ۴۸۳' نيل ۱/ ۱/ ۱۹۸)

ترجمہ:۔ کیا وہ اسی کا ایک حصہ نہیں ہے۔

گویا استفہام انکاری سے واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ بھی جسم کا ایک حصہ ہی ہے لہٰذا اس کو چھونے پر وضوء کیوں؟

ابن حبان' طبرانی اور ابن حزم نے اس حدیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔ بلکہ فلاس' علی بن مدینی اور طحاوی نے اس حدیث کو حدیث بسرہ سے احسن قرار دیا ہے۔ جب کہ امام شافعیؒ' ابو حاتم' ابو زرعہ' دار قطنی' بیہقی اور ابن الجوزی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور امام ابن حبانؒ' طبرانی' ابن العربی' حازمی اور دیگر آئمہ نے اس حدیث کو حدیث بسرہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے منسوخ قرار دیا ہے۔ (نیل الاوطار ۱/ ۱/ ۱۹۸' التحفہ ۱/ ۲۸۰' التلخیص لابن حجر ۱/ ۱۲۵)

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسی مفہوم کی ایک اور حدیث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ حدیث سنن ابن ماجہ میں ہے مگر اس کی سند میں دو راوی متکلم فیہ ہیں۔ ایک جعفر بن زبیر ہے جس کو متروک قرار دیا گیا ہے اور دوسرا راوی قاسم ہے جو کہ ضعیف ہے حتی کہ خود امام طحاوی حنفی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور شیخ محمد فواد عبد الباقی اور علامہ بومیری کے بقول (فی تحقیق ابن ماجہ) بھی اس حدیث کی سند میں جعفر بن زبیر ہے۔ جس کی مروی حدیث کو ترک کرنے پر محدثین کا اتفاق ہے اور ان کے نزدیک وہ متہم ہے۔ اور اس موضوع کی ایک تیسری روایت عصمہ ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مگر اسے بھی امام زیلعی نے

ضعیف کہا ہے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ ترمذی و تحفۃ الاوحوذی ۱ر ۲۷۵ و سنن ابن ماجہ بتحقیق محمد فواد ۱ر ۱۶۳) تو گویا اس موضوع کی صرف ایک ہی حدیث ہے جسے بعض محدثین نے صحیح اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے۔

مسلک اول کی ترجیح کی وجوہات

پہلے مسلک کی تائید میں حدیث بسرہ کے علاوہ بھی متعدد صحابہ سے مروی صحیح اور صالح احادیث موجود ہیں جن کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے اور اگر اس اختلاف رائے کو صرف دو حدیثیں سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو ایک طرف حدیث بسرہ ہے اور دوسری طرف حدیث طلق۔ امام طحاوی نے فلاس اور علی بن مدینی کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے حدیث طلق کو حدیث بسرہ سے احسن و اثبت قرار دیا ہے۔ جبکہ دیگر کثیر محدثین نے حدیث بسرہ کو اثبت' اقوی اور ارجح قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث بسرہ کے حدیث طلق سے راجح ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ امام بخاری و مسلم نے حجت لی ہے الایہ کہ انہوں نے اس حدیث کی تخریج اپنی صحیحین میں نہیں کی اور اس کی وجہ بھی کوئی خاص نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ اسماعیلی نے کہا ہے کہ اس حدیث بسرہ کی نظیر صحیح بخاری میں موجود ہے۔ لہٰذا ان پر اس حدیث کا اپنی صحیح میں لانا لازم تھا۔

(تلخیص الحبیر ۱ر ۱۲۵ و تحفہ الاحوذی ۱ر ۲۷۶' سبل السلام ۱ر ۶۸)

اور حدیث بسرہ والے مسلک کے راجح ہونے کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ جن سے عدم نقض والی حدیث مروی ہے خود انہی سے معجم طبرانی میں اسکے برعکس اور حدیث بسرہ کی موید روایت بھی مروی ہے جس میں ہے۔

من مس فرجہ فلیتوضا۔ (نیل الاوطار ۱ر ۱ر ۱۹۸)

ترجمہ :۔ جو اپنی شرمگاہ کو چھوئے وہ وضو کرے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی و امام شوکانی رحمہا اللہ نے امام طبرانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث طلق کو صحیح قرار دیا ہے۔
(نفس المرجع، و تلخیص الحبیر ۱ / ۱ / ۱۲۴)

اور لکھا ہے کہ یوں لگتا ہے کہ حضرت طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی حدیث سنی ہو جس میں وضوء نہ ٹوٹنے کا تذکرہ ہے اور پھر بعد میں کبھی یہ دوسری حدیث بھی سنی ہو جو حدیث بسرہ کے موافق ہے۔ جس کی رو سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام طبرانیؒ کا مذکورہ کلام نقل کرنے کے بعد امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے:

فالظاہر ما ذھب الیہ الاولون۔ (نیل الاوطار ۱ / ۱ / ۱۹۸)

ترجمہ :۔ جن لوگوں کا ذکر پہلے ہوا ہے ان کا مسلک ہی ظاہر ہے۔

اور علامہ امیر صنعانی نے سبل السلام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے۔
حدیث بسرہ، اس کے صحیح کہنے والوں کی کثرت اور شواہد کی کثرت کی بنا پر زیادہ راجح ہے۔ (سبل السلام ۱ / ۱ / ۶۸)

اور اس بات کا اعتراف بقول علامہ مبارکپوری خود بعض علماء احناف نے بھی کیا ہے۔ (موصوف کا اشارہ علامہ عبد الحی لکھنوی کی طرف ہے) انہوں نے موطا امام محمد کے حاشیہ (التعلیق الممجد) میں کہا ہے:

الانصاف فی ھذا البحث انہ ان اختیر طریق الترجیح فمس احادیث النقض کثرۃ و قوۃ۔

ترجمہ :۔ اس بحث میں انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر اس میں ترجیح کا راستہ اختیار کیا جائے تو وضوء کے ٹوٹ جانے کی احادیث ہی زیادہ اور قوی ہیں۔

- اور شرح وقایہ کے حاشیہ السعایہ میں مولانا لکھنوی موصوف ہی لکھتے ہیں۔
- ان احادیث النقض اکثر وا قوی من احادیث الرخصۃ۔

ترجمہ :۔ وضو ٹوٹنے پر دلالت کرنے والی احادیث، رخصت والی احادیث سے اکثر

اور اقوی ہیں۔ (بحوالہ تحفہ الاحوذی ار ۲۷۶)

انہی وجوہات ترجیح میں سے ہی چوتھی وجہ یہ بھی ہے کہ بعض کبار محدثین کرام نے حدیث طلقؓ کو منسوخ اور حدیث بسرہ کو اس کی ناسخ کہا ہے۔ چنانچہ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ حدیث طلق نے لوگوں کی کثیر تعداد کو اس وہم میں مبتلا کر دیا ہے کہ یہ حدیث بسرہ کے معارض و مخالف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ تو حدیث ہی منسوخ ہے۔ کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آمد ہجرت کے پہلے سال میں تھی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مسجد نبوی کی تعمیر فرما رہے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سن ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے تو گویا حضرت طلقؓ والی حدیث سے سات سال بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث صادر ہوئی ہے اور امام صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے پہلے سال ہی اپنے وطن واپسی اختیار کر لی تھی اور ان کا دوبارہ مدینہ طیبہ آنا بھی ثابت نہیں اور جو شخص ان کی دوبارہ واپسی کا دعوی کرے وہ کسی صریح دلیل سے ثابت کرے مگر یہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

(تحفہ الاحوذی ار ۲۷۹، صحیح ابن حبان، المواد المغنی ار ۲۴۲)

اور امام حازمی نے اپنی کتاب الاعتبار میں کافی تفصیل کے ساتھ پہلے حدیث طلق کی سند میں نکات اور روایت میں ضعف ورکاکت ثابت کی ہے اور پھر بھی حدیث طلق کو منسوخ اور حدیث بسرہ کو ناسخ ثابت کیا ہے اور اس نسخ کو یہ بات اور بھی متاکد اور یقینی کر دیتی ہے کہ خود حضرت طلق سے ہی مس فرج سے نقض وضو کی حدیث بھی مروی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ دونوں حالتوں (یعنی عدم نقض اور نقض وضوء) کے شاہد میں انہوں نے ہی ناسخ حدیث بیان کی ہے جبکہ انہوں نے ہی پہلے والی منسوخ حدیث بھی بیان کی تھی۔

امام حازمی کے جس کلام کا خلاصہ ہم نے ذکر کیا ہے اسے نقل کرنے کے بعد علماء احناف میں سے علامہ عبد الحیٔ لکھنوی نے شرح وقایہ کے حاشیہ شرح السعایة میں لکھا ہے۔

هذا تحقيق حقيق بالقبول۔

ترجمہ :۔ یہ تحقیق اس بات کی مستحق ہے کہ اسے قبول کیا جائے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ جانبین کے دلائل پر نظر ڈالنے کے بعد یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ نقض وضو پر دلالت کرنے والی احادیث عدم نقض والی احادیث سے اکثر اور اقوی ہیں اور رخصت یا عدم نقض والی احادیث پہلے کی ہیں اور اگرچہ اس بات کا یقینی ثبوت کوئی نہیں کہ حدیث ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کی مرویات مراسیل صحابہ میں سے ہیں۔ لیکن ظاہر وہی ہے۔ لہذا نقض وضوء کو اختیار کرنے میں ہی زیادہ احتیاط ہے اور اگرچہ یہ مسئلہ ہر اعتبار سے قیاس کے خلاف ہے لیکن جب حدیث آ جائے تو پھر وہاں قیاس کی مجال ہی کیا ہے؟ اور آگے علامہ لکھنوی لکھتے ہیں کہ : بعض کبار صحابہ مثلا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ' ابن عباسؓ' علیؓ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عدم نقض کا قائل ہونا' مرفوع احادیث کے صحیح سند سے ثابت ہو جانے کے بعد قادح نہیں رہتا اور ان کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ انہیں حضرت طلق والی حدیث اور اسی مفہوم کی دیگر روایات پہنچی ہوں اور اس حکم کو منسوخ کرنے والی احادیث انہیں نہ پہنچی ہوں اور اگر انہیں یہ ناسخ حدیث پہنچی ہوتی تو وہ ضرور اس حکم کو اختیار فرما لیتے اور یہ ناسخ حدیث کا نہ پہنچنا کوئی بعید از امکان بات بھی نہیں ہے کیونکہ نماز میں بوقت رکوع دونوں ہاتھوں کو باہم جوڑ کر گھٹنوں کے مابین رکھنا جسے تطبیق کہا جاتا ہے اس کے منسوخ ہو جانے کی خبر صحابہ کی ایک جماعت کو پہنچ گئی لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پہنچی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بکثرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت رہنے کے باوجود عمر بھر وہ تطبیق پر قائم

رہے (یعنی رکوع کے وقت گھٹنوں کو پکڑ کر رکھنے کی بجائے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا کرتے تھے)

(بحوالہ تحفہ الاحوذی ار ۲۷۷ ۔ ۲۸۰)

لہٰذا حدیث نقض کا ان تک نہ پہنچنا کوئی انہونی بات بھی نہیں ہے۔ اور المحلی ابن حزم میں لکھا ہے کہ حدیث طلق سند کے اعتبار سے تو صحیح ہے لیکن اس میں قائلین عدم نقض کیلئے کئی وجوہات کی بنا پر کوئی دلیل و حجت نہیں ہے۔ ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ حدیث طلقؓ میں مس فرج سے وضو ٹوٹنے پر دلالت کرنے والی حدیث سے پہلے کے زمانہ میں لوگوں کے عمل کا ذکر ہے۔ کہ پہلے وہ اس سے وضو کا ٹوٹنا نہیں جانتے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر اس حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور نسخ پر وہ ارشاد دلیل ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے اور جب ایک چیز کے ناسخ اور دوسری کے منسوخ ہونے کا یقین ہو تو پھر یقینی ناسخ کو ترک کرنا اور یقینی منسوخ کو اختیار کرنا ہرگز جائز و حلال نہیں ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ارشاد نبویؐ کے الفاظ:

هل هو الا بضعة منك۔

ترجمہ:۔ کیا وہ تیرے جسم کا ہی ایک حصہ نہیں؟

یہ الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ حکم وضو کرنے کے حکم سے پہلے کا ہے کیونکہ اگر یہ کلام بعد کا ہوتا تو آپ ﷺ ایسا ہرگز نہ فرماتے۔ بلکہ یہ بیان کرتے کہ اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ آپؐ کا یہ ارشاد تو اس بات کی دلیل ہے کہ اس معاملہ میں پہلے اصلا کوئی حکم تھا ہی نہیں۔

آگے چل کر علامہ ابن حزم نے ان لوگوں کی بھی تردید کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مس فرج سے جس وضو کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد لغوی وضوء یعنی ہاتھوں کو دھونا ہے۔ ان کے نزدیک ایسے ہی دیگر محدثین کے نزدیک بھی یہ

واجب ہے کہ شرعی الفاظ کو ان کے شرعی معانی پر ہی محمول کیا جائے نہ کہ لغوی مفہوم پر۔ اور پھر سنن بیہقی و محلی ابن حزم میں بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے اور دار قطنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں " فلیتوضا وضوء ہ للصلوۃ" کے الفاظ ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ وہ نماز کیلئے کئے جانے والے وضوء کی طرح وضوء کرے۔

(المحلی و تحقیقہ لاحمد شاکر ۱/ ۲۳۹ و تحفۃ الاحوذی ۱/ ۲۷۶)

اور حدیث بسرہ کی ترجیح کی وجوہات میں سے پانچویں وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے جسے امام حازمی نے ذکر کیا ہے کہ صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو چھونے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ آداب استنجاء میں حدیث گزر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرمگاہ عام اعضائے جسم' انگوٹھے' ناک اور کان کی طرح نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسی ہی ہوتی تو پھر چھونے میں کوئی حرج نہیں تھا مگر ایسا نہیں ہے۔

(مختصر از تحفۃ الاحوذی ۱/ ۲۷۹)

ان پانچوں وجوہات ترجیح کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ جمہور اہل علم کا مسلک ہی راجح ہے کہ مس فرج پر وضوء وجوبا کیا جائے اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔

بقیہ : طب نبوی کی روشنی میں آداب خورد و نوش

تعالی نے مجھے بہترین آداب سکھائے" اگر پورا معاشرہ ان اسلامی آداب کو ملحوظ خاطر رکھے تو پورا ماحول امراض و بیماریوں سے پاک ہو جائے گا اور صحت مند معاشرہ سے صحت مند لوگ جنم لیں گے اور ساتھ ہی طب جدید کے غذائی اصولوں کی تصدیق طب نبوی ؐ سے ہوتی رہے گی۔